لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے کے لیے آپؐ نے جس طرح اہتمام کیا اس کی مثالیں بھی بے شمار ہیں۔ یہاں صرف چند ایک کا ذکر کریں گے۔

''اہل طائف کو مصالحت پر آمادہ کرنے میں ایک عرب سردار صخر رضی اللہ عنہ کا خاص کارنامہ ہے کہ اس نے محاصرہ کر کے انھیں اس صلح پر تیار کیا۔ لیکن اسی صخر رضی اللہ عنہ کے خلاف دو شکایتوں پر آپؐ نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ اس کی پھوپھی صخرہ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں ہے، آپؐ نے اسے نہ صرف چھوڑنے کا حکم دیا بلکہ فرمایا کہ اسے گھر پہنچا آؤ۔ اس کے بعد بنو سلیم نے کہا کہ جس زمانے میں ہم کافر تھے صخر رضی اللہ عنہ نے ہمارے چشمے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ہم اسلام لے آئے ہمارا چشمہ ہمیں واپس دلایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صخر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ جب کوئی قوم اسلام قبول کرتی ہے تو وہ اپنے جان و مال کی مالک ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان کو ان کا چشمہ واپس دے دو۔ صخر رضی اللہ عنہ کو منظور کرنا پڑا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب صخر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں احکام منظور کیے تو میں نے دیکھا کہ:

وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يتغير عند ذلك حمرة حياء. (۱۹)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر شرم سے سرخی آ گئی۔''

آپؐ نے عادلانہ فیصلے میں اس کے کارنامے کا لحاظ بھی نہ کیا۔ وہ شخص جو عام حالات میں صلہ کا مستحق تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حکم اس کے خلاف دیے۔

اسی طرح سیرت رسول میں ہمیں ایک اور تاریخی واقعہ ملتا ہے۔

''فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی گئیں تھیں۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اپنے چچا زاد بھائی محیصہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجوروں کی بٹائی لینے گئے۔ عبداللہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو قتل کر دیا اور لاش گڑھے میں ڈال دی۔ محیصہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثہ دائر کیا۔ آپؐ نے اس سے قسم کھانے کو کہا کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ محیصہ رضی اللہ نے کہا: ''میں نے اپنی آنکھ سے تو نہیں دیکھا'' آپؐ نے فرمایا تو یہودیوں سے حلف لیا جائے۔ محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور! یہودیوں کی قسم کا کیا اعتبار یہ سو دفعہ جھوٹی قسم کھا لیں گے۔ خیبر میں یہودیوں کے اور کوئی قوم آباد نہ تھی۔ انھوں نے ہی عبداللہ کو قتل کیا ہو گا لیکن عینی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی سزا نہ دی اور خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلوائے۔'' (۲۰)

چنانچہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت اور معاشرے

میں عدل کے فروغ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؐ کی ساری زندگی معاشرتی اصلاح اور عدل اجتماعی کے فروغ میں بسر ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بھی اپنے اپنے دور میں عدل کے فروغ اور انصاف کے معاملے میں نہایت اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس سلسلے میں یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ معاشرے میں انسانی مساوات کے اعلیٰ معیار کا بیان اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک ہم اس بات کا جائزہ نہ لیں کہ اسلامی سماج کا اپنے بڑے آدمیوں کے ساتھ کیا سلوک تھا۔ جب تک بڑے چھوٹوں کے ساتھ ایک صف میں نہ کھڑے ہوں اور بزرگی و برتری کی واحد بنیاد حسب ونسب اور جاہ ومال نہیں صرف عمل رہ جائے۔

عدل اجتماعی کے حوالے سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا کردار:

اگرچہ مضمون کی طوالت کے باعث تمام صحابہ کرام کا عدل اجتماعی کے حوالے سے کردار بیان نہیں کیا جا سکتا، مگر ذیل میں چند اہم واقعات کا اجمالی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ امام یوسفؒ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

> ''مجھ سے عبدالملک ابن ابی سلیمان نے عطاء کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ حج کے موقع پر ان سے ملیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ آئے۔ آپ رضہ نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی:
>
> لوگو! میں ان عمال کو اس لیے مقرر کرتا ہوں کہ راست روی کے ساتھ تمہاری سرپرستی ونگرانی کا فرض انجام دیں۔ میں نے انھیں اس لیے ہرگز نہیں مقرر کیا ہے کہ تمہاری جان ومال اور عزت وآبرو پر دست درازی کریں۔ لہٰذا اگر تم میں سے کسی کو کسی عامل کے خلاف ظلم وزیادتی کی شکایت ہو تو کھڑا ہو جائے۔''

راوی کہتا ہے کہ اس دن تمام لوگوں میں سے صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا: ''امیر المومنین! آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے (ناحق) مارے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''کیا تم اسے کوڑے مارنا چاہتے ہو، آؤ اور اس سے انتقام لو۔''

اس پر عمرو بن العاصؓ نے اٹھ کر کہا کہ: ''امیر المومنین! اگر آپ اپنے عمال کے ساتھ یہ سلوک کرنا شروع کر دیں گے تو انھیں سخت گراں گزرے گا۔ یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا جس پر آپ کے بعد کے لوگ بھی عمل کریں گے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''پھر، کیا میں اس آدمی کو بدلہ نہ دلواؤں جب کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی ذات سے بدلہ دلواتے دیکھا ہے۔ (پھر آپ نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا) آؤ اور اس (عامل) سے بدلہ لو۔''

عمروؓ بن العاص نے کہا کہ ہمیں اجازت دیجیے کہ اس آدمی کو راضی کر لیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہیں اجازت ہے، چنانچہ ان لوگوں نے اس شخص کو دو سو دینار کے بدلے راضی کر لیا۔ ہر کوڑا دو دینار کے عوض پڑا۔'' (۲۱)

بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے آتا ہے کہ:

"عمرو بن العاصؓ نے دوسرے پرسے تو یہ بلا ٹال دی لیکن جب ان کے بیٹے کا ایک مصری لڑکے کو مارنے کا معاملہ پیش ہوا تو عمرؓ نے اسے بدلہ دلوایا اور ان سے کچھ بن نہ پڑی۔ بدلہ دلواتے وقت عمرؓ کہہ رہے تھے "اس خاندانی شریف زادے کو مار" عمرو بن العاصؓ خود بھی سزا کا مزا چکھنے والے تھے مگر اس مصری نے معاف کر دیا اور مارنے سے باز رہا۔" (۲۲)

چنانچہ اب ہم اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ عدل اجتماعی کے تصور کے سلسلے میں خلفاء اور بادشاہوں کے ساتھ ساتھ ان کی رعایا اظہار خیال اور تنقید میں کس آزادی کے ساتھ پیش آتی تھی۔

"عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کی حیثیت میں لوگوں کو خطاب کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: "اگر میرے اندر کوئی کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کر دینا۔" عامۃ الناس میں سے ایک فرد جواب دیتا ہے کہ: "اگر ہم نے تیرے اندر کوئی کجی دیکھی تو اپنی تلوار کی دھار سے تجھے سیدھا کر دیں گے۔ عمرؓ نے اس پر صرف اتنا کہا: "اللہ کا شکر ہے جس نے عمرؓ کی رعایا میں ایسے افراد بھی پیدا کیے ہیں جو اسے صرف اپنی تلواروں کی دھار سے سیدھا کر سکتے ہیں۔" (۲۳)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہمیں اسلامی تاریخ کے مطالعے سے ملتا ہے جس سے عدل اجتماعی کے حوالے سے رعایا کا کردار سامنے آتا ہے اور یہ واقعہ بھی خلیفہ ثانی اور عادل حکمران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔

"مسلمانوں کو غنیمت میں کچھ یمنی چادریں ملیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کی طرح خود بھی ایک چادر اور اپنے بیٹے عبداللہ رضہ کو بھی ایک چادر دی۔ چونکہ خلیفہ کو کپڑے کی ضرورت تھی لہٰذا عبداللہؓ نے اپنے حصے کی چادر بھی ان کو دے دی تاکہ دونوں کو ملا کر ایک کپڑا تیار ہو سکے۔ ایک دن آپ اسی کپڑے کو پہن کر لوگوں کو خطاب کرنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: "لوگو! سنو اور اطاعت کرو"۔ سلمان نے اٹھ کر کہا: ہمارے اوپر آپ کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب نہ رہا۔ عمرؓ نے پوچھا: کیوں؟ سلمان نے کہا: یہ بتائیے کہ یہ کپڑا آپ نے کیسے بنوالیا کیوں کہ آپ کے حصہ میں بھی ایک ہی چادر آئی تھی اور آپ لمبے قد کے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا: جلد بازی سے کام نہ لو۔ پھر آپ نے پکارا: اے عبداللہ، مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے پکارا: اے عبداللہ ابن عمر، وہ بولے: اے امیر المومنین! میں حاضر ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ کہ جس چادر کو میں نے تہہ بند بنایا ہے وہ تمھاری ہی چادر ہے کہ نہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر سلمان نے کہا: اب آپ حکم دیجیے، ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔" (۲۴)

گو کہ یہاں پر سیرت صحابہ سے عدل اجتماعی کے حوالے سے مختصر طور پر چند واقعات کا ذکر کیا گیا۔اب ہم دور حاضر میں عدل کے اجتماعی تصور اور کردار کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کریں گے۔

دور حاضر میں عدل اجتماعی کا تصور:

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات کا جب ہم آج دور حاضر کی مغربی تہذیب اور اس کے برتاؤ کے ساتھ کرتے ہیں جو یہ تہذیب ان ممالک کے ساتھ کرتی ہے تو اسلام اپنی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ وسیع، بلند اور پاکیزہ نظر آتا ہے۔آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تعلیم و تربیت اور معاشی تعمیر و ترقی کے باب میں مغربی تہذیب کی خوبیوں سے ان ممالک کو قصداً محروم رکھا جاتا ہے تا کہ جتنی طویل مدت تک ممکن ہو یہ ممالک مغربی استعمار کے محتاج بنے رہیں۔اس کے علاوہ انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کے انسانی شرف و عزت کو ذلیل اور پامال کرنا، قصداً اخلاق فساد پھیلانا، گروہی اور جماعتی فتنوں کے بیج بونا اور انھیں پروان چڑھانا اور قوموں، جماعتوں اور افراد کو ہر ممکن طریقے سے لوٹنا استعماری طاقتوں کا شیوہ بن گیا ہے۔

اہل مغرب آج جس مذہبی آزادی کا دم بھرتے ہیں اس سے پہلے ان کے یہاں وہ دور بھی گزر چکا ہے جس میں اندلس کی ''تحقیقاتی عدالتوں'' کی بہیمانہ سزائیں اور مشرق میں صلیبی جنگوں کی سفاکیاں ملتی ہیں۔آج بھی یہ مذہبی آزادی محض ایک دکھاوا ہے۔اس کے برعکس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے عدل اجتماعی کے تصور کے سلسلے میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی وہ درس دیا کہ آج تک مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں۔اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے:

> ''حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے نابینا کو ایک دروازے پر بھیک مانگتے دیکھا۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔آپ نے ان سے پوچھا: ''تمھیں کس چیز نے اس حالت تک پہنچایا؟ اس نے جواب دیا: جزیہ، ضرورت اور بڑھاپا۔عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اتنا کچھ دیا جو اس وقت کی ضروریات کے لیے کافی تھا۔پھر آپ نے بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ اس شخص اور اس جیسے دوسرے اشخاص کی طرف توجہ کرو۔خدا کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اس کی جوانی (کی کمائی) کھائیں اور بڑھاپے میں اسے دھتکار دیں۔زکوٰۃ فقرا اور مساکین کے لیے ہے اور یہ اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے۔آپؓ نے اس فرد اور اس جیسے دوسرے افراد کو جزیہ سے بری قرار دے دیا۔'' (۲۵)

یہی وجہ ہے کہ اسلام ہمہ گیر انسانی عدل اجتماعی کی اس بلند چوٹی پر رہا ہے جس تک یورپین تہذیب نہ پہنچی ہے۔کیوں کہ یہ جامد اور مادیت کی تہذیب ہے جو قتل و غارت گری، خوں ریزی اور زبردستی پر مبنی ہے۔آج مغرب کی جو مادی فکر ہے وہ اخلاق

کی بنا منفعت کو قرار دیتی ہے اور مفادات اور تجارتی بازاروں کے لیے ایک دوسرے کا گلا کاٹنا سکھاتی ہے اور یہ فکر روحانی عنصر کو بے دخل کر دیتی ہے جب کہ اس کے برعکس اسلام اپنے نظام کی بنیاد ایک ایسے جامع تصور زندگی پر رکھتا ہے جو مادی طرز فکر کی یکسر نفی کر دیتا ہے۔ وہ عمل کی بنیاد روحانی اور اخلاقی عنصر پر رکھتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته وهو السمیع العلیم. (۲۶)

''اور آپؐ کے رب کی باتیں سچ اور عدل پر پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔''

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کا نظام عدل و توازن پر قائم ہے اور اس نے انسانوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ عدل پر قائم رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں عدل اجتماعی کا درس امت مسلمہ کے لیے وہ راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اگر ہم اس پر من وعن عمل کریں تو دین اور دنیا میں کامیاب ہوں گے۔

مراجع و حواشی

(۱) شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی ج ۶ ص ۴۳۴، ناشران قرآن اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۵ء

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۳ ص ۶، جامعہ پنجاب لاہور، طبع ۱۹۷۶ (۳) النحل ۱۶: ۹۰

(۴) محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن ج ۵ ص ۳۸۸، ۳۸۹، ادارۃ المعارف کراچی

(۵) سیرۃ النبی ج ۶ ص ۱۰۵، ناشران قرآن اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۵ء

(۶) مودودی، مولانا، سید، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۶۵، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

(۷) سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، ترجمہ، نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر ص ۹۷، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ایڈیشن ۱۱، ۲۰۰۶

(۸) الحدید ۵۷: ۲۵

(۹) مودودی، مولانا، اسلام اور عدل اجتماعی، ص ۹، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، فروری ۲۰۰۶

(۱۰) بخاری، کتاب الحدود، ۱۰۰۳/۲۷ (۱۱) الحجرات ۴۹: ۱۳

(۱۲) النساء ۴: ۵۸ (۱۳) المائدہ ۵: ۴۲

(۱۴) تلسمانی، عمر، شہید المحراب، ترجمہ محمد ادریس، حافظ، البدر پبلی کیشنز لاہور، اشاعت ششم، ص ۲۱۵

(۱۵) المائدہ ۵: ۸ (۱۶) بقرۃ ۲: ۳۹ (۱۷) علق ۹۶: ۱ تا ۵

(۱۸) علوی، خالد، ڈاکٹر، انسان کامل، ص ۶۴۸، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، طبع چہارم اگست ۲۰۰۲ء

(۱۹) ایضاً ص ۶۴۹ (۲۰) بخاری، کتاب الدیات، باب ماجاء فی القسامہ ۴/ ۳۰

(۲۱) اسلام میں عدل اجتماعی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ایڈیشن ۱۱، ۲۰۰۶ ص ۴۰۵

(۲۲) ایضاً ص ۴۰۶ (۲۳) ایضاً ص ۴۰۷ (۲۴) ایضاً ص ۴۰۸

(۲۵) ایضاً ص ۴۳۱ (۲۶) الانعام ۶: ۱۱۵